جھوٹی تعریف اور اس کی حقیقت قرآن وحدیث کی روشنی میں

Flattering and its nature/limitations in the light of Quran and Hadith

*ڈاکٹر شبیر حسین

**ڈاکٹر راشدہ پروین

Abstract

Flattering or praising someone in front of him has become routine practice being commonly noticed in our society. It seems that the practice, which is actually disallowed in Islam, is not being discouraged. Flattery is spreading like an epidemic in our society. It is being assumed that one is successful in worldly life if he/she knows the art to flatter.

There is difference between flattering, encouraging, reinforcing and praising. Flattering or praising is not just to say something kind about a person. Praising is to glorify especially by the attribution of perfections. Flattering is to praise excessively especially from motives of self-interest. Admiring someone or and encouraging him is not bad if done in the right way but praising someone in front of him/her is not something good because mostly people do it to make a good impression upon that person for their vested interest. That interest could even be seeking good behavior or remarks in return. Flattery makes a person flustered to the extent that in return he cannot see the mistakes of the flatterer. In this article we shall know that such type of person is disliked not only by Allah and the Prophet ﷺ but he is looked down upon all. Such like people are mostly interpreted in Islamic History as "munafiq" due to resemblance of their acts with munafiqeen.

Key Words: Flattering, Praising, Flustered, Motives, Self-interest.

زیر نظر موضوع پر قلم اٹھاکر راقم کا کافی وقت اس سوچ بچار میں گزرا کہ اس کی ابتداء کیسے کی جائے اور بات کہاں سے شروع کی جائے سوچتے سوچتے قرآن کریم کی درج ذیل آیت کریمہ کی طرف توجہ گئی جس کا موضوع زیر بحث کے ساتھ بلاشبہ انتہائی قریبی تعلق بنتا ہے۔ اور یہ ایک

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، محی الدین اسلامی یونیورسٹی، آزاد جموں کشمیر

**چیر پرسن، شعبہ علوم اسلامیہ، ومن یونیورسٹی مردان

حقیقت ہے کہ اس سے بہتر عبارت یا بہتر الفاظ دنیا میں کہیں نہیں پائے گئے اس لئے اس موضوع کی ابتداء اسی سے ہی کی گئی ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ[1]

"اور یوں ہی جھوٹ جو تمہاری زبان پر آجائے مت کہہ دیا کرو۔"

اِنسانی زندگی کے لوازمات میں سے ہے کہ انسان ایک دوسرے کی تعریف بھی کرتے ہیں اور برائی بھی، کسی کو برا کہنا تو یقیناً نقصان دہ سمجھا جاتا ہے لیکن کسی کی تعریف کرنا عموماً نقصان دہ خیال نہیں کیا جاتا کیونکہ بظاہر اس میں کوئی نقصان نظر نہیں آتا جب کہ حقیقتاً اس میں کئی نقصانات ہوتے ہیں حتی کہ اگر کوئی کسی کی تعریف کسی بھی دنیاوی مقصد کے لئے نہ کرے بلکہ واقعتاً دل سے راضی ہو کر کسی لالچ کے بغیر ہی کرے تو بھی اگر وہ تعریف درست طور پر نہ کی جائے تو وہ تعریف کرنے والے اور جس کی تعریف کی جائے دونوں کے لئے نقصان کا باعث ہے۔ خوش آمد یا غیر ضروری تعریف کا مسئلہ کسی شخص یا چیز سے متعلق ہر دور میں رہا ہے۔ لیکن دور حاضر میں اسکی حدود و قیود میں جدید طریقوں اور انداز میں مسلسل وسعت آرہی ہے۔ یہ مسئلہ سمجھنے کے لیے جتنا آسان اور سہل لگتا ہے اتنا ہی دقیق، سنجیدہ اور نازک ہے۔ تعریف کرنا آج کے دور میں نہ صرف اخلاقیات کے اعلی اقدار میں سے جانا جاتا ہے بلکہ تعریف اور خوش آمد کا چٹکلہ (چسکا) نہ ہو تو گفتگو، تقریر اور مکالمہ بھی ناپسندیدہ، بے ذوق اور چاشنی سے ماورا قرار دیا جاتا ہے۔ جبکہ بعض اوقات انسان کسی کی سچی تعریف کرتے ہوئے بھی ڈرتا ہے کہ کہیں چیزوں کی فروخت کیلئے ادارے سے ہمیں اشتہار ملنا بند نہ ہو جائیں۔ ہمارا بزنس گھاٹے میں نہ چلا جائے لہذا اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ تعریف کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حالانکہ قبولیت دعا کے اصولوں میں سب سے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بجالانے کے بعد اپنی درخواست پیش کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

لغت کے اعتبار سے "حمدہ" حمدً او مَحْمَدً او مَحْمِدً او محَمدَۃ سے ہے جس کے معانی "فضیلت کی بناء پر تعریف کرنے" کے ہیں۔[2] اسی طرح عربی زبان میں بھی لفظ حمد کے معنی ثناء

جمیل کے ہیں۔یعنی اچھی صفتیں بیان کرنے کے اگر کسی کی بری صفتیں بیان کی جائیں تو یہ حمد نہ ہو گی[3]۔جیساکہ قرآنی آیات سے بھی واضح ہوتاہے کہ :

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِب[4]

اور یوں ہی جو جھوٹ جو تمہاری زبان پر آجائے مت کہہ دیا کرو

فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ[5]

جو جھوٹے ہوں ان پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

فَمَنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ[6]

جواس کے بعد بھی خدا پر جھوٹے افترا کریں تو ایسے لوگ ہی ظالم ہیں۔

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ[7]

جھوٹ افتراء تو وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو خدا کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے۔اور وہی جھوٹے ہیں۔

اسی طرح قرآنی آیات میں جھوٹ اور دروغ گوئی کرنے والوں کی ناکامی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے کہ :

قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ[8]

کہہ دو جو لوگ خدا پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں فلاح نہیں پائیں گے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا[9]

اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو۔بیشک وہ نہایت سچے پیغمبر تھے۔

وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا[10]

اور ان کو اپنی رحمت سے (بہت سی چیزیں) عنایت کیں۔اور ان کا ذکر جمیل بلند کیا۔

مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالٰی نے اپنے پیغمبروں کی تعریف کی ہوئی ہے اور ساتھ ہی ہمیں بھی ان کے ذکر کا حکم دیا۔اللہ کی حمد و ثناء کائنات کی ہر چیز کرتی ہے:۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ[11]

کیا تم غور نہیں کرتے کہ بلاشبہ اللہ ہی ہے جس کی تسبیح بیان کرتے ہیں سارے آسمانوں والے اور زمین والے اور پرندے پر پھلائے ہوئے ہے۔ ہر ایک جانتا ہے اپنی (مخصوص) دعااور اپنی تسبیح کواور اللہ تعالیٰ خوب جانتاہے جو وہ کرتے رہتے ہیں۔

یعنی "اللہ تعالیٰ کے نور کے جلوے ہر جگہ نظر آرہے ہیں۔ کائنات ارضی و سماوی میں کونسی ایسی چیز ہے جو اس کے دربار میں قولا یا حالاً، طوعاً یا کرہاً سر نیاز نہ جھکارہی ہو یا اس کی تسبیح و تہلیل میں نہ لگی ہو ، فضائے بسط میں محوِ پرواز پرندوں کی طرف دیکھو، وہ کس کی عظمت کا اعتراف کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اس کی مخصوص عبادت اور تسبیح کا طریقہ سکھادیا ہے اور ہر ایک اپنے مخصوص انداز میں اپنی بندگی کا اظہار کررہاہے۔"[12]

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ[13]

اور جو لوگ اپنے (منافقانہ) کرتوتوں پر خوش ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں جو کام انہوں نے نہیں کیے ان پر ان کی تعریف ہو، ایسے لوگوں کے بارے میں تم ہرگز یہ مت خیال کرنا کہ وہ عذاب کی زد سے بالا ہیں نہیں انکے لیے دردناک عذاب ہے۔

نفسیات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ہر دور میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو ہر قابل ستائش کارخانے کا کریڈٹ حاصل کرنا اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں لہٰذا وہ قرآن پاک کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔[14] سید محمد نعیم الدین مرادآبادی بھی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جو لوگوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے پر خوش ہوتے تھے اور باوجود نادان ہونے کے یہ پسند کرتے کہ انہیں عالم کہا جائے، مسئلہ یہ ہے کہ اس آیت میں وعید ہے خود پسندی کرنے والے کے لیے اور اس کے لیے جو لوگوں سے اپنی جھوٹی تعریف چاہے جو لوگ بغیر علم اپنے آپ کو عالم کہلواتے ہیں یا اس طرح اور کوئی غلط وصف اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔ انہیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے؟[15]

علامہ کمال الدین فتح القدیر میں جھوٹی تعریف سے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں کہ:

الکِذبُ هوَعَدمُمُطَابَقَةِالحُکمِلِلوَاقِعِ[16]

حکم کا واقع کے مطابق نہ ہونا جھوٹ کہلاتا ہے یعنی جو اسنے کہا حقیقت میں ایسا نہ ہو

فیروز اللغات میں جھوٹ کے مختلف معانی بیان ہوئے ہیں جیسے جھوٹ وہ ہے "جو سچ نہ ہو، واقعے کے خلاف، حقیقت کے برعکس، غلط، دھوکا، بہانہ، مکر، فریب، دغا، کھوٹ، پسخوردہ وغیرہ۔[17] جھوٹ تمام قسم کی قولی، فعلی اور عملی برائیوں کی جڑ ہے۔ شریعت میں ہر قسم کے جھوٹ کی مذمت بیان ہوئی ہے۔ جھوٹ کی ایک قسم یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب ان کے سامنے کوئی چیز پیش کی جائے تو وہ تصنع اور بناوٹ سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ مجھے خواہش نہیں حالانکہ ان کے دل میں اس کی طلب موجود ہوتی ہے۔ یہ بھی جھوٹ کے زمرے میں داخل ہے۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں بحوالہ مسند احمد مذکور ہے کہ "ایک مرتبہ ایک صحابیہ خاتون حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا، کیا ہم میں سے کوئی کسی چیز کی خواہش رکھے اور پھر کہہ دے کہ مجھے اس کی خواہش نہیں تو کیا یہ بھی جھوٹ شمار ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر چھوٹے سے چھوٹا جھوٹ بھی لکھ لیا جاتا ہے۔"[18] ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ بِالحَدِيثِ لِيُضْحِكَ بِهِ القَوْمَ فَيَكْذِبُ، وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ»[19]

"اُسکے لیے ہلاکت ہے جو کسی کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے، اُس کے لیے ہلاکت ہے، اُس کے لیے ہلاکت ہے۔"

صحیح مسلم کی ایک حدیث مبارکہ میں بیان ہوا ہے کہ:

حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّ أُمَّهُ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ، وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ، اللَّاتِي بَايَعْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرَتْهُ، أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقُولُ: «لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، وَيَقُولُ خَيْرًا وَيَنْمِي خَيْرًا» قَالَ ابْنُ

شِهَابٍ: وَلَمْ أَسْمَعْ يُرَخَّصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ كَذِبٌ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ: الْحَرْبُ، وَالْإِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ، وَحَدِيثُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ وَحَدِيثُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا[20]

''لوگ جو جھوٹ بولتے ہیں اُن جھوٹ میں سے میں نے رسول صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کو سوائے تین معاملات میں جھوٹ کی اجازت دینے کے لیے علاوہ (کسی اور معاملہ میں اجازت دیتے ہوئے) نہیں دیکھا (1) جنگ (2) لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے میں (3) خاوند کی اپنی بیوی سے بات کرنے میں اور بیوی کی اپنے خاوند سے بات کرنے میں (یعنی ایک دوسرے کی ناراضگی دُور کرنے کے لیے۔''

علاوہ ازیں غور طلب نکتہ یہ ہے کہ دورِ جدید میں تعریف اور تعارف چاہے اپنی حدود سے کوسوں دور ہی کیوں نہ ہو، تو نہ صرف زبان و گفتگو کا منجن بکتا ہے بلکہ کسی بھی کمپنی کی مصنوعات اپنی تمام تر فوائد کے باوجود بے کار اور ناقص ترجانی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ مصنوعات کے بنانے پہ آنے والی لاگت سے بھی زیادہ اسکے حوالے سے کی جانی والی تعریف میں خرچ ہوتا ہے۔یوں صارف کو بھی ان جھوٹی تعریفوں، ایڈورٹائزمنٹ پر آنے والے اخراجات بھی برداشت کرنا پڑتے ہیں۔

کسی بھی تعریف کے حقدار ہونے اور حد سے زیادہ تعریف کرنے میں یقناً ایک حد معین ہے۔یہی تعریف اگر کسی شخص کے بارے میں ہو تو جھوٹی تعریف یا خوش آمد کہلائے گی اور چیز یا مصنوعات کے حوالے سے ہو تو یہ فریب یا دھوکہ دہی کے زمرے میں آتا ہے۔ تحقیقات و تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ بچوں کو جنھیں اعتماد اور بھروسے کے ساتھ آگے بڑھنے کے لیے تعریف اور حوصلہ افزائی کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ کبھی غلط یا زیادہ تعریف سے منفی عادات اور حد سے زیادہ اعتماد کی طرف لے جانے کا سبب بنتے ہیں۔ انسان چونکہ فطرتاً تعریف پسند ہوتا ہے۔اور خوش آمدی یا تعریف کے جال میں بڑے سے بڑے سورما بھی بآسانی قید ہو جاتا ہے۔اس فطری کمزوری کے پیش نظر انسان نہ صرف خود اس ہتھیار کا شکار بن جاتا ہے بلکہ دوسرے کو بھی شکار کرنے کے لیے اسی ہتھیار کا سہارا لیتا ہے۔ سیاست دان ہو یا وکیل، ڈاکٹر، انجینئر یا دوسرے شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ تعریف کرنا یا کرانا ان کا سب سے پسندیدہ مشغلہ ہوتا ہے۔

تعریف کرنا یا کسی کی صفت بیان کرنا کوئی برائی یا غلطی نہیں ہو سکتی اگر اسے موقع بر محل اخلاقیات، حقیقت اور مذہبی پیمانوں پر رکھنے کے بعد کی جائے۔ ورنہ جھوٹی ،بے باکی اور غیر ضروری تعریف غیر مضر ہونے کے باوجود تباہ کن اثر بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔ جھوٹی تعریف انسان کو حقیقت سے دور کھوکھلی فضاؤں میں اڑا کر اپنی اصل طاقت ، عزم، حوصلہ اور صلاحیتوں سے بھی محروم کر دیتی ہے۔ ہم یہاں اس حوالے سے مذہبی اقدار واحکامات کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جس سے اس نازک مسئلے کو سمجھنے اور پرکھنے میں مدد ملے۔ متعدد احادیث مبارکہ میں جھوٹی تعریف سے پیدا ہونے والے خدشات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے کسی کی موجودگی میں اس کی تعریف ناپسند فرمائی ہے نہ صرف یہ کہ ایسی تعریف بے محل ہے بلکہ ممدوح کو خود پسندی میں مبتلا کرنے کا باعث ہو سکتی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُثْنِي عَلَى رَجُلٍ وَيُطْرِيهِ فِي مَدْحِهِ، فَقَالَ: «أَهْلَكْتُمْ - أَوْ قَطَعْتُمْ - ظَهْرَ الرَّجُلِ»

''ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے سامنے کسی کی تعریف کی اور خوب تعریف کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا أَهْلَكْتُمْ۔أَوْ قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ تُم لوگوں نے اس (یعنی جس کی تعریف کی جارہی ہے اُس) کو ھلاک کر دیا یا فرمایا اُس کی کمر توڑ دی۔''[21]

عربی میں مبالغہ سے تعریف کرنے کو ''اطراء'' (مدح سرائی) کہتے ہیں۔[22] علاوہ ازیں اسلام میں لفظ ''عبادت'' کو بڑی وسعت حاصل ہے۔ اس کے اندر ہر وہ کام داخل ہے جسکی غرض خدا کی خوشنودی ہو۔[23]

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں یوں بیان ہوا ہے کہ :

«إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى البِرِّ، وَإِنَّ البِرَّ يَهْدِي إِلَى الجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يَكُونَ صِدِّيقًا. وَإِنَّ الكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الفُجُورِ، وَإِنَّ الفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا»[24]

''بے شک صدق نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے اور سچائی کا رخ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے پاس اسے صدیق لکھ لیا جاتا ہے۔اور بچو تم جھوٹ سے کیوں کہ جھوٹ ،نافرمانی(گناہ) کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔اور بے شک فسق وفجور جہنم کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا قصد کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں اسے کذاب لکھ لیا جاتا ہے۔''

اس حدیث میں دو اوصاف مذکورہ کی طرف اشارہ ہے ایک سچ بولنا اور دوسرا جھوٹ بولنا۔صدق تمام نیکیوں کی اصل اور اکائی ،بنیاد ہے اور یہی وہ اہم صفت ہے جس کی بنا پر یا جس پر کار بند رہنے سے باقی تمام برائیاں خود بخود چھوٹنے لگتی ہیں۔اور جنت کے حصول کا سبب بنتا ہے۔ جھوٹ چاہے باقی معاملات میں بولا جائے یا کسی کی خوشامد میں ہمیشہ ہی بے اطمینانی کا سبب بنتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ :

فإن الصدق طمأنينة وإن الكذب ريبة[25]

''بے شک سچ اطمینان کا باعث ہے اور جھوٹ بے اطمینانی کا باعث ہے۔''

مذکورہ بالا احادیث کی رو سے جائز تعریف سے بھی کچھ خدشات کی وجہ سے منع فرمایا گیا ہے تو اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ نوع انسانی کا ایک دوسرے کی بے جا خوشامد اور تعریف اس غیر حقیقی بات کے زمرے میں داخل نہیں ہے جس کی شریعت اجازت دیتی ہے۔اور جھوٹی تعریف بدرجہ اولیٰ ممنوع وناپسندیدہ ہونا لازم آتا ہے۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :

إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَّاحِينَ، فَاحْثُوا فِي وُجُوهِهِمِ التُّرَابَ»[26]

"بے شک نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم خوشامد کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں کو خاک آلود کرو۔"

اس حدیث مبارک میں خوشامد یعنی بے جا تعریف کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔دراصل خوشامد کرنے والا اپنی ذاتی غرض سے کسی کی بے جا تعریف کرتا ہے۔اور جھوٹی تعریف سے لوگوں کے گمراہ ہونے کے امکانات زیادہ راسخ ہوتے ہیں اس لیے خوشامد کرنے والے کے چہرے کو خاک آلود کرنے کا حکم ہے۔ چہرہ خاک آلود ہونا چوں کہ محاورے میں ذلت اور رسوائی کے لیے بولا جاتا ہے اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ ایسے شخص کی چکنی چپڑی باتوں میں آنے کی بجائے اسے اس کی حقیقت بتا کر اس کے شر سے بچا جا سکتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ رسول رحمت کے دور میں کبھی کوئی اسی طرح کی حرکت ان کی طرف سے نہیں کی گئی ہے وجہ یہ تھی کہ وہ پاک طینت ہستیاں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جان چھڑکتی تھیں اور جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک دفعہ اس عمل سے منع فرمایا تو پھر کسی کو بھی اس طرح کی کوئی حرکت کرنے کا یارانہ ہوا۔ ""صحابہ" میں کوئی بھی "چاپلوسی" کو جانتا تک نہ تھا۔تاہم مدینہ منورہ میں کئی ایک طبقوں مثلاً، کفار، یہود اور مسلمانوں کے ہاں ایک اور طبقہ وجود میں آیا تھا، جو قرآن کی اصطلاح کے مطابق "منافق" کہلاتے تھے۔ان کے بارے میں مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ یہ لوگ کبھی کوئی فائدہ ملنے کی خاطر اور کبھی دوسرے فریق کی طرف سے گزند پہنچنے کے ڈر سے اس روے پر کاربند تھے۔اور آخر تک تذبذب کے شکار رہے۔ مجھ راقم کے خیال میں یہ بھی ایک بدترین رویہ تھا اس لئے ان کے لئے دردناک عذاب کی بشارت دی گئی۔ یہ لوگ (منافق) اپنی دشمنی دل میں چھپاتے تھے اور مومنوں کے سامنے اپنے ایمان کا اظہار کرتے تھے، مگر جب اپنے ہوئے) ہم مذاق کررہے ہوتے ہیں۔ جیسے کہ قرآن کے بیان سے بھی واضح ہے:

و اذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا و اذا خلوا الی شیطینهم قالوا انا معکم انما نحن مستهزئون[27]

بڑے سرداروں کے پاس تنہائی میں ملتے تھے تو ان کو کہتے تھے کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ان (مومنوں کے ساتھ باتیں کرتے)"ترجمہ:اور جب یہ (منافق) مومنوں کے ساتھ ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں۔لیکن جب اپنے سرداروں (بڑے منافقوں) کے ساتھ (تنہائی میں) مل جاتے ہیں تو (ان کو) کہتے ہیں۔ہم تو تمہارے ساتھ ہیں (ہم ان کے ساتھ باتیں کر کے) ٹھٹھا کرتے ہیں۔"

چنانچہ جو شخص حد درجہ لالچی اور بزدل ہو تو اس سے بعید نہیں کہ وہ اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے "خوشامد" بھی کرے تو در اصل یہ مومنوں اور منافق سرداروں دونوں کا اعتماد بیک وقت حاصل کرنے کی خاطر چاپلوسی کرتے ہوئے وقت گذاری کرتے رہے۔تو ایک طرف نفاق اور دوسری طرف جھوٹی "تعریف کرکے" ان کا انجام اس دنیا میں برا ہوا اور آخرت میں بھی اس سے بہت برا ہوگا۔جیسے فرمایا:

فی قلو بھم مرض فزادھم اللہ مرضا و لھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون[28]

ان (منافقوں) کے دلوں میں (نفاق) کی بیماری ہے۔پس اللہ نے بھی ان کی بیماری کو بڑھا ہی دیا ان کے (ہمیشہ) جھوٹ بولنے کی وجہ سے۔

تاریخ اسلام اس طرح کے واقعات سے بھری پڑی ہے، لیکن جو سب سے زیادہ زبان زد عام و خاص واقعہ ہے وہ تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد کی تباہی کا واقعہ ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی تباہی میں اس وقت کے خلفاء کی بد اعمالیوں کا بھی بڑا ہاتھ تھا مگر تاریخ بتاتی ہے کہ اس میں (خلیفہ مستعصم باللہ کے ایک وزیر آعظم) ابن علقمی جیسے سازشیوں نے بھی بڑا ہی بھیانک کردار ادا کیا تھا۔(جو خلیفہ اور حملہ آور تاتاریوں دونوں کے ساتھ اپنی چاپلوسی کے بل بوتے پر ایسا تعلق استوار کئے رکھا کہ آخر دم تک دونوں اسی ہی کے مشورے پر عمل کرتے رہے)۔مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی اس تباہی و بربادی کی منظر کشی ان الفاظ میں کی ہے:"۔۔۔ساتویں صدی کا اختتام اور آٹھویں صدی ہجری کے اوائل کا زمانہ، تاریخ اسلام کا ایک نہایت ہی نازک اور انقلابی زمانہ تھا۔مشرق میں

عربی خلافت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ تاتاریوں کا سیلاب اپنی اصلی بلندیوں تک پہنچ چکا تھا اور اب تمام مملکت اسلامیہ میں پھیل رہا اور ہر رکنے اور ٹھہرنے کی جگہ ٹھہر رہا تھا۔ یہ وحشی درندے تاتاری صرف تاخت و تاراج کے لئے آئے تھے لیکن ان پچاس لاکھ مسلمانوں کے خون اور چھ صدیوں کے اسلامی تمدن کی ویرانی پر اپنی سلطنت کی تعمیر کر رہے تھے۔ ہلا کو خان کا پڑپوتا قازان خان اگرچہ مسلمان ہو چکا تھا لیکن ابھی تک یہ تبدیلی برائے نام تھی۔ وحشت و خونخواری میں تمام تاتاری خصائل بدستور کام کر رہے تھے۔[29] اس تباہی کی مزید گواہی مولانا عبد الحییٔ نے اپنی کتاب ''مقدمہ عمدۃ الرعایہ'' میں بھی دی ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''الی حین قدر اللہ شنغیز خان فو ضع السیف و قتل العباد و خرب العامر و اھلک البلاد و مشی الموسیعلی اشعر و سعی علیھمالجراد علی الزرع الآخضر اہ۔۔۔ ثم تلاہ بنوہ وذووہ واکدوا فعلہ حتی قصد ھلاکو خان الکا فر ابن شنغیز خان الفا جر بغدادبجیش عر عرم فی زمن الخلیفۃ المستعصم آخر الخلفاۂ العباسیۃ فی سنۃ ستۃ وخمسین و ست مائۃ و نزل بغداد و قتل الخلیفۃ و ھجم عسکر التتر الفجرۃ دارالخلافۃ و وقتلوا من کل من کان ببغداد من الفقہائ''[30]

مسلمانوں کا نظام ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا۔ یہاں تک کہ چنگیز خان کا ظہور ہوا اور اس نے تلوار سونت کر مسلمانوں پر رکھ دی۔ اور ان کو قتل کیا۔ آبادیوں کو ڈھا دیا، اور یہاں سے ایسا گزرا جیسے حجام کا استرہ کسی کے سر پر سے گزر جائے۔ اور یا جیسے کہ ''قحطی'' (وبائی) ٹڈی دل سر سبز فصلوں پر حملہ آور ہو جائے اور ان سب کو تباہ کر دے۔۔۔۔ اس کے بعد اس کے بیٹوں، دیگر اولاد اور پیروکاروں نے اس کے نقش قدم پر چل کر اس کی شروع کی ہوئی کارروائی کو خوب مضبوط کر کے چلایا۔ یہاں تک کہ چنگیز خان کے بیٹے ہلاکو خان نے ایک بڑی فوج ساتھ لے کر عباسیوں کے آخری خلیفہ مستعصم باللہ کے دور خلافت میں سنہ 656ھ میں بغداد پر ہلہ بول دیا۔

درج بالا بیان کے بین السطور سے راقم جو نتیجہ اخذ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ: اس عظیم انقلاب و تباہی کی کئی ایک وجوہات بہت سے مؤرخین نے بیان کی ہیں مگر اس سارے سانحہ میں ایک (ابن الوقت طرح کے) شخص کے کردار کی طرف بہت کم لوگوں کی توجہ گئی ہے، وہ تھے ''ابن علقمی''۔ یہ

اصل میں ایک حریص، جاہ پسند اور متعصب شخصیت کا مالک شخص تھا۔ جو بیک وقت خلیفہ کی (زبانی) وفاداری کو بھی جتاتا تھا اور حملہ آور تاتاریوں کو بھی اپنا ہونے کا یقین دلا چکا تھا اس لئے تو خلیفہ وقت اور حملہ آوروں کے درمیان صلح و مصالحت کے پیغامات لے آتا اور لے جایا کرتا تھا۔ خلیفہ کو یقین دلا چکا کہ آپ نکل آئیں وہ آپ کو کچھ نہیں کہیں گے وہ آپ کے ساتھ رشتہ بھی کرنا چاہتے ہیں اسطرح چاپلوسی میں میٹھی میٹھی باتیں کر کے خلیفہ کو باہر لے آیا اور جنگ لڑنے والے فوجی بھی ہتھیار ایک طرف کر کے آئے جن کو سیکنڈوں کے حساب سے کم تر وقت میں تہ تیغ کیا پھر (ابن علقمی نے) ان تاتاریوں کو کہا کہ چونکہ خلیفہ اور آپ کی اولاد آل رسول سادات ہیں ان کا خون زمین پر نہ گرایا جائے۔ تب ان ظالموں نے ان کو بوریوں میں بند کر کے پلکوں سے کوٹ کوٹ کر بے دردی سے شہید کیا۔

اس کہانی میں راقم کی دلچسپی اس شخص (ابن علقمی) کے آخری انجام میں ہے جس نے میر جعفر اور میر صادق کا کردار ادا کر کے اپنے محسنوں کو اتنی بڑی تباہی سے ہمکنار کیا۔ جو نئے آقاوں کے سامنے تابعدار بن کر رطب اللسان بن کر کھڑا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ ان دونوں فریقوں کو بے وقوف بنالے گا بالخصوص فاتح فریق کو، اور وہ اسے کوئی بڑا عہدہ دے دیں گے۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ اس کو تاتاری حکمرانوں نے نہیں بخشا۔ اپنے سارے (یعنی خزانوں اور دیگر امور سے متعلق) معلومات حاصل کر لینے کے بعد اسے بھی یہ کہتے ہوئے صفحہ ہستی سے ہٹایا: ''کہ اتنے بڑے عہدے پر فائز رہتے ہوئے جو خلیفہ نے تم کو دیا تھا تم ان کے نہ بن سکے تو ہمارے کیسے بن سکتے ہو۔''[31]

خلاصہ بحث

مذکورہ بالا بحث سے یہ ثابت ہوا کہ چاپلوسی اور خوش آمد کرنا مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ خصوصا جھوٹی تعریف سے لوگوں کو دھوکہ دینے کا عمل نہ تو اللہ کے نزدیک قابل قبول ہے اور نہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اسے پسند فرماتے تھے۔ اس لئے اس بری عادت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اجتناب کرنے میں ہی ہماری عافیت ہے اور اس سے دور رہنے میں ہی مومن کی نجات ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1]القرآن، سورۃ النحل: ۱۱۶۔

[2]بلیاوی، ابوالفضل عبدالحفیظ، مصباح اللغات، خزینہ علم وادب، ص ۱۷۳۔

[3]ام الکتاب، مولانا ابوالکلام آزاد، ص ۲۶۔

[4]القرآن، سورۃ النحل: ۱۱۶۔

[5]ایضاً، سورۃ آل عمران: ۶۱۔

[6]ایضاً، ۹۴۔

[7]ایضاً، سورۃ النحل: ۱۰۵۔

[8]ایضاً، سورۃ یونس: ۶۹۔

[9]ایضاً، سورۃ مریم: ۴۱

[10]ایضاً، ۵۰

[11]ایضاً، سورۃ النور ۴۱۔

[12]شاہ، پیر محمد کرم، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلیکیشنز گنج بخش لاہور، ۱۹۷۸، ج سوم، ص ۳۲، ۳۳، ۳۳

[13]القرآن، سورۃ آل عمران: ۱۸۸۔

[14]اشاعت حقیقت نفاق، ۳۱جون (1997) ۱۹۹۷، صدر الدین اصلاحی، اسلامک پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، صفحہ ۶۲، ۶۱

[15]کنز الایمان، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، ص ۱۳۴۔

[16]فتح القدیر، کتاب الدعوی، باب مایدعیہ الرجلان۔

[17]فیروز الدین (الحاج، مولوی)، فیروز اللغات، فیروز سنز لاہور، راولپنڈی، کراچی، ص ۵۰۷۔

[18]محمود، قاسم، انسائیکلوپیڈیا، الفیصل ناشران، لاہور، ج ۱، ص ۸۷۷۔

[19]سنن الترمذی، باب فِيمَنْ تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ يُضْحِكُ بِهَا النَّاسَ، رقم الحدیث ۲۳۱۵، ج ۴، ص ۵۵۷۔

[20]مسلم، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى ۲۶۱ھ)، صحیح مسلم، تحقیق محمد فواد عبدالباقی، دار احیاء التراث العربی۔ بیروت، باب تَحْرِيمِ الْكَذِبِ وَبَيَانِ مَا يُبَاحُ مِنْهُ، رقم الحدیث ۱۰۱، ج ۴، ص ۲۰۱۱۔

[21]صحیح بخاری، باب مَا يُكْرَهُ مِنَ الإِطْنَابِ فِي المَدْحِ، وَلْيَقُلْ مَا يَعْلَمُ، رقم الحدیث ۲۶۶۳، ج ۳، ص ۱۷۷۔۔۔ صحیح مسلم، باب النَّهْيِ عَنِ الْمَدْحِ، إِذَا كَانَ فِيهِ إِفْرَاطٌ وَخِيفَ مِنْهُ فِتْنَةٌ عَلَى الْمَمْدُوحِ ، رقم الحديث ٦٧، ج ۴، ص ۲۲۹۷۔

22سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی، ص ۱۵۔

23نفس مصدر

24بخاری، محمد بن اسماعیل أبو عبداللہ الجعفی، صحیح بخاری، تحقیق محمد زہیر بن ناصر الناصر، دار طوق النجاۃ، ط/۱۴۲۲ھ، رقم الحدیث ۶۰۹۴، ج۸، ص ۲۵۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث ۶۸۰۳، ج۸، ص ۲۹۔

25الترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک أبو عیسیٰ (المتوفی ۲۷۹ھ)، سنن الترمذی، تحقیق و تعلیق أحمد محمد شاکر، شرکۃ مکتبۃ و مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی۔ مصر، ط/۱۳۹۵۲ھ، رقم الحدیث ۲۵۱۸، ج۴، ص ۶۶۸۔

26صحیح مسلم، باب النَّهْيِ عَنِ الْمَدْحِ، إِذَا كَانَ فِيهِ إِفْرَاطٌ وَخِيفَ مِنْهُ فِتْنَةٌ عَلَى الْمَمْدُوحِ، رقم الحدیث ۶۹، ج۴، ص ۲۲۹۷۔

27القرآن: سورۃ البقرہ: ۱۴

28نفس مصدر، ۱۰

29آزاد، ابوالکلام (مولانا) "تذکرہ"، مطبوعہ دہلی، ۱۹۴۲، ص ۲۴۷۔

30مولانا عبدالحی، مقدمہ عمدۃ الرعایہ، تاریخ طبع ندارد، ص ۷۔

31مولانا ابوالکلام آزاد، "تذکرہ"۔ مطبوعہ "۔ ۱۹۴۲، ص ۲۳۰۔